التفسیر: مجلس تفسیر، کراچی جلد: ۱۰، شمارہ: ۲۷، جنوری تا جون ۲۰۱۶ء

رسول اکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر

(قرآن کی روشنی میں)

ڈاکٹر شاکر حسین خان

وزٹنگ فیکلٹی ممبر، شعبۂ علوم اسلامی جامعہ کراچی، کراچی

Abstract

The Almighty Allah have declared Prophet Muhammad(Peace be upon him)respect the basis of our Imaan (belief).This article will try to bring into light those established principles and practices which are derived from our own religions scriptures but goes against the very basic concept of respect of Prophet Muhammad(S.A.W.)I have tried to present this counter narrative to the establisled practices from the Quran and other revered religous seriptures.Many religion Scholars have contributed to this topic,but those verdicts were unsynchronized and they were not put together.in an authoritative format.

key Words:Prophet Muhammad (S A W) Quran, Respect ,Practices, Principles.

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر کوایمان کا جز قرار دیا ہے۔اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد ضروری ہے کہ اس کے رسول کی تعظیم وتوقیر کی جائے اور ہر جگہ اور ہر مقام پر رسول اکرم ﷺ کے ادب واحترام کوملحوظ رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی متعدد آیات میں رسول اکرم ﷺ کی تعظیم اورادب واحترام کرنے کا حکم دیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلاً (۱)

’’تم ایمان لاؤ،اللہ پر اوراس کے رسول پر اورتم ان کی نصرت کرواوران کی تعظیم کرواور پا کی بیان کروصبح شام اللہ کی‘‘

پیش کی گئی آیات میں ’’تُعَزِّرُوْهُ‘‘ اور’’تُوَقِّرُوْهُ‘‘ کی اصطلاحات ذراوضاحت طلب ہیں۔’’تُعَزِّرُوْهُ ‘‘ کے معنیٰ ہیں ’’تم اس کی مدد کرو‘‘،’’تم اس کوقوت دو۔‘‘

تُعَزِّرُوْهُ،تَعْزِیْر ‘‘ سے ہے جس کے معنیٰ ادب اور تعظیم کے ساتھ مدد کرنے کے ہیں۔مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر’’ہٗ‘‘ ضمیر واحد مذکر غائب۔واضح رہے کہ تَعْزِیْر ‘‘کے معنیٰ شرعی حد سے کم مارنے یعنی تعزیر دینے کے بھی آتے ہیں۔لیکن درحقیقت یہ معنیٰ بھی اوّل معنیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں کیوں کہ تعزیر دینے کا مقصد ہوتا ہے ادب سکھانا اورادب سیکھانا،مدد کرنے میں داخل ہے۔گویا اس

صورت میں انسان کی مدد اس طرح کی جاتی ہے کہ جو چیز اس کے لیے مضر ہے اس سے اس کو روکا جا رہا ہے جس طرح پہلی صورت میں مدد کی شکل یہ ہوتی ہے کہ جو چیزیں اس کو نقصان پہنچائیں ان کا قلع قمع کیا جائے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ: **انصر اخاک ظالما او مظلوما** (اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم) اس پر کسی نے کہا مظلوم کی تو میں مدد کروں گا، ظالم کی مدد کس طرح ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ **کفه عن الظلم** (اسے ظلم سے روک)''(۲)

پیر محمد کرم شاہ رقم طراز ہیں: ''**اَلتَّعْزِیْرُ، اَلنُّصْرَ ۃُمَعَ التَّعْظِیْمَ** '' کہ کسی کی نصرت واعانت کرنا اور اس کے ساتھ اس کی تعظیم وتکریم کو بھی ملحوظ رکھنا۔ **اَلتَّعْزِیْرُ. اَلنَّصْرُ بِاللِّسَانِ وَالسَّیْفَ** زبان اور تلوار سے کسی کی امداد کرنا۔''(۳) لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینا، نیکی کا حکم کرنا اور لوگوں کو برائی سے روکنا، نبی کا پیغام ہے اور اس پیغام کو عام کرنا نبی کی نصرت ہے جب کہ ''**تُوَقِّرُوْهُ**'' کے معنیٰ ہیں تم اس کی توقیر کرو، تم اس کا ادب کرو، **تُوَقِّرُوْا، تَوْقِیْر** '' سے ہے جس کے معنیٰ تعظیم کرنے اور ادب رکھنے کے ہیں، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ (۴)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ آیت مذکورہ کے تحت فرماتے ہیں کہ:

> ''یہاں حکم دیا جا رہا ہے کہ میرے پیارے رسول پر سچے دل سے ایمان بھی لاؤ، اس کی نصرت واعانت میں سردھڑ کی بازی لگا دو اس کے دین کی سربلندی کے لیے اپنے جملہ مادی اور ادبی وسائل کو پیش کرو اور اس کے ساتھ ساتھ میرے محبوب کے ادب واحترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھو، ایسا نہ ہو کہ تم دین کی خدمت تو کرو لیکن بارگاہِ نبوت کے آداب کو ملحوظ نہ رکھو، حضور ﷺ کی اعانت اور اسی طرح حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم یکساں اہمیت کی حامل ہیں۔''(۵)

آیت مذکورہ کے دو فعلوں میں ضمیرِ مفعول کا مرجع حضور ﷺ ہیں اور **تسبحوہ** میں ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔ جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ بعض علماء نے تمام افعال میں مفعول کی ضمیروں کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات کو قرار دیا ہے۔ پیر صاحب اس حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

> ''زمخشری نے اس قول کو پسند نہیں کیا کیوں کہ اس طرح انتشار ضمائر لازم آتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ جب قرینہ موجود ہے اور التباس کا احتمال معدوم ہو تو اس وقت انتشارِ ضمائر میں کوئی قباحت نہیں۔'' (۶)

جب کہ مولانا مودودی دوسرے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

> ''اس کے لیے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے درست معلوم نہیں ہوتا۔''(۷)

لیکن راقم کو پہلا ہی قول درست معلوم ہوتا ہے کیوں کہ پہلے قول کی تائید ہمیں سورہ اعراف کی ایک آیت سے بھی ملتی ہے، جیسا کہ ارشاد ہوا:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ(۸)

''پس جو اس (رسول) پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم اور ان کی نصرت کی۔''

پیر محمد کرم شاہ آیت مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''یہ آیت شان رحمۃ للعلمینی کی آسمانی تفسیر ہے ایمان کے بعد حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم سب سے اہم ہے بلکہ نصرت اور اتباعِ قرآن کا حق ادا ہی تب ہوسکتا ہے جب دل میں حضور ﷺ کا ادب واحترام ہو۔''(۹)

ایمان لانے کے بعد ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر کی جائے۔ مجالس میں حاضری کے دوران ادب واحترام کو ملحوظ رکھا جائے کسی بھی قسم کی توہین آمیز گفتگو سے اجتناب برتا جائے۔ آپ ﷺ کے لیے کوئی ادنیٰ اور ذومعنیٰ لفظ جس میں بے ادبی کا ادنیٰ سا شائبہ بھی ہو، استعمال کرنا جائز نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حضور ﷺ سے بے تکلّف گفتگو سے بھی منع فرمایا ہے اور اس کو حضور ﷺ کی بے ادبی قرار دیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ اسلامی ریاست مدینہ طیبہ کے سربراہ بھی تھے جہاں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے بھی آباد تھے۔ حضور ﷺ نے تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو برابر کا شہری تصور کرتے ہوئے انہیں مساوی حقوق عطا فرمائے تھے ان لوگوں میں یہود بھی تھے۔ یہود وہ قوم ہے جس میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جنہوں نے متعدد انبیاء کرام کو قتل کیا اور ان کی شان میں گستاخی اور بے ادبی بھی کی تھی۔ یہی خصلت مدینہ طیبہ کے بعض یہودیوں میں بھی تھی۔ جب وہ حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو بے ادبی کرتے۔ حضور اکرم ﷺ اپنے اخلاقِ کریمہ کے طفیل درگزر سے کام لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کی بارگاہِ رسالت میں توہین کا پردہ اس طرح چاک فرمایا ہے ارشاد ہوا:

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا ۢ بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ط وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ لا وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ (۱۰)

''کچھ یہودی ہیں جو (اللہ کے کلام کو) پھیر دیتے ہیں اصلی مقامات سے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور کی ہم نے نافرمانی اور سنو تم نہ سنائے جاؤ اور راعنا بل دیتے ہوئی اپنی زبانوں کو اور طعنہ زنی کرتے ہوئے دین میں اور اگر وہ کہیں ہم نے سنا اور مان لیا۔ اور سُنیئے اور نگاہ فرمایئے ہم پر، تو بہت بہتر ہوتا ان کے لیے اور سیدھا۔ لیکن اللہ نے ان پر لعنت کردی۔ ان کے کفر کے سبب۔''

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں کہ:

''گفتگو کے وقت (یہودی) بارگاہِ نبوت ﷺ میں بڑی دریدہ دہنی سے کام لیتے۔ طبعی خسّت کے باعث ذومعنیٰ کلمات استعمال کرتے جن میں مدح وذم کے دونوں پہلو ہوتے اور اپنی زبانوں کو بل دے کر ان کا ایسا تلفظ کرتے جس سے ذم کا پہلو زیادہ نمایاں ہوتا۔ اور اگر ٹوکا جاتا تو فوراً کہہ دیتے کہ نہیں صاحب ہمارا مدّعا یہ تھا۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ اگر کوئی حکم فرماتے تو سمعنا بلند آواز سے کہتے اور اسی سانس میں چپکے سے وَعَصَيْنَا بھی کہہ جاتے۔ غیر مسمع کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں۔ دعا کے لیے بھی۔ یعنی کوئی ناگوار بات آپ کو نہ سننی پڑے اور بددُعا کے لیے بھی کہ آپ کچھ نہ سُن سکیں اور وہ یہ کلمہ بولتے وقت دوسرا معنیٰ مراد

لیتے۔راعنا کہتے وقت زبان کو لچک دیتے تا کہ رَاعِینَا ہوجائے۔یہ ان کے اطوار تھے۔یہ اُن کا ردّ ہے اس فخرِ عالم وعالمیان کے ساتھ جس کے دربار میں فرشتے بھی حاضر ہوتے تو تصویرِ ادب بن کر۔‘‘(۱۱)

رَاعِنَا کہنے کی مذمت سورہ بقرہ میں بھی بیان کی گئی ہے۔آیت ملاحظہ کیجئے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا (۱۲)

’’اے لوگوں جو ایمان لائے ہو۔مت کہا کرو راعنا۔بلکہ انظرنا کہا کرو اور غور سے سنا کرو (رسول اکرم کی بات)۔‘‘

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری آیت مذکورہ کے تحت رقم طراز ہیں:

’’رَاعِــنَـا ذو معنٰی لفظ ہے اس کا ایک معنٰی تو یہ ہے کہ ہماری رعایت فرمایئے اور صحابہ کرام بارگاہِ رسالت میں جب حاضر ہوتے اور حضور کریم ﷺ کے کسی ارشادِ گرامی کو اچھی طرح سمجھ نہ سکتے تو عرض کرتے۔ رَاعِـنَـا اے حبیبِ الٰہ ہم پوری طرح سمجھ نہیں سکتے۔ہماری رعایت فرماتے ہوئے دوبارہ سمجھا دیجیے لیکن یہود کی عبرانی زبان میں یہی لفظ ایسے معنی میں مستعمل ہوتا جس میں گستاخی اور بے ادبی پائی جاتی۔اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی عزت وتعظیم کا یہاں تک پاس ہے کہ ایسے لفظ کا استعمال بھی ممنوع فرما دیا جس میں گستاخی کا شائبہ تک بھی ہو۔اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر ایسے لفظ کا استعمال بارگاہِ رسالت میں ممنوع ہے جس میں تنقیص اور بے ادبی کا احتمال تک ہو۔امام مالکؒ نے تو ایسے شخص کو حدّ قذف لگانے کا حکم دیا ہے۔‘‘ پیر صاحب مزید فرماتے ہیں کہ ’’راعنا کی جگہ انظرنا (یعنی ہماری طرف نگاہِ لطف فرمایئے) کہا کرو کیوں کہ یہ لفظ ہر طرح کے احتمالات فاسدہ سے پاک ہے۔وَاسْـمَـعُوْا کا حکم دے کر یہ تنبیہ فرمادی کہ جب میرا رسول تمھیں سنا رہا ہو تو ہمہ تن گوش ہو کر سنو، تا کہ انظرنا کہنے کی نوبت ہی نہ آئے کیوں کہ یہ بھی تو شانِ نبوت کے لیے مناسب نہیں کہ ایک ایک بات تم بار بار پوچھتے رہو۔یہ کمال ادب اور انتہائے تعظیم ہے جس کی تعلیم عرش وفرش کے مالک نے غلامانِ مصطفٰی کو دی‘‘۔(۱۳)

مفتی محمد خان قادری اپنے ایک مقالہ ’’کیا رسول اللہ ﷺ نے اُجرت پر لوگوں کی بکریاں چرائیں‘‘؟ میں لکھتے ہیں:

’’امام فخر الدین رازی نے لفظ رَاعِنَا کی سات تفاسیر اور معانی بیان کیے ہیں ان میں سے ایک کے الفاظ یہ ہیں کہ ’’یہود لفظ رَاعِنَا کو رَاعِینَا کے طور پر ادا کرتے یعنی ’’اے ہمارے بکریاں چرانے والے‘‘ تو اللہ تعالیٰ نے ایسے کلمہ کو حرام قرار دیا۔‘‘(۱۴)

قادری صاحب مولانا اصلاحی کی تفسیر تدبر القرآن کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ:

’’اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کو ’’چرواہا‘‘ کہنا قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے جب قرآن ایسا لفظ بولنا گوارا نہیں کرتا جس میں چرواہا بنانے کی کوشش کی ہو تو وہ صراحتہً چرواہا کہنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے‘‘(۱۵)

ہم خود اس کے گواہ ہیں کہ مولانا شاہ احمد نورانی بھی ایسی نعتیں پڑھنے سے منع فرماتے تھے جس میں ’’بکریاں چرانے‘‘ کی

بات کی گئی ہو۔ بکریاں چرانے کی نسبت حضور اکرم ﷺ کی جانب منسوب کرنا بے ادبی اور گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو رسول اکرم سے بے جا سوالات کرنے سے بھی منع فرمایا ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔

اَمۡ تُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَکُمۡ کَمَا سُئِلَ مُوۡسٰی مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَمَنۡ یَّتَبَدَّلِ الۡکُفۡرَ بِالۡاِیۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ (۱۶)

''کیا تم چاہتے ہو کہ دریافت کروا پنے رسولؐ سے جیسے دریافت کیا گیا اس سے قبل موسیٰؑ سے۔''

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری آیت مذکورہ کے تحت رقم طراز ہیں:

''یہود مسلمانوں کو طرح طرح کے سوالات کرنے پر اکساتے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسا کرنے سے سختی سے منع فرمایا کہ میرے حبیب سے یہودیوں کی طرح قیل وقال نہ کیا کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ جن اُمور کے کرنے کا حکم دیا جائے ان کو کرو۔ جن سے منع کیا جائے ان سے باز رہو۔'' (۱۷)

''اور جن امور کے متعلق اللہ اور اس کے رسول نے سکوت اختیار فرمایا ہے انھیں مت چھیڑو اسی میں تمہاری سلامتی ہے۔'' (۱۸)

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے بے جا سوالات کرنے سے منع فرمایا ہے۔ رسول سے بے جا سوالات کرنا بھی بے ادبی میں شامل ہے۔ اس لیے صحابہ اپنے معروضات نہایت ہی ادب واحترام کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے آداب خصوصی طور پر تعلیم فرمائے ہیں۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنۡ یُّؤۡذَنَ لَکُمۡ اِلٰی طَعَامٍ غَیۡرَ نٰظِرِیۡنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰکِنۡ اِذَا دُعِیۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡا فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَانۡتَشِرُوۡا وَلَا مُسۡتَاۡنِسِیۡنَ لِحَدِیۡثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکُمۡ کَانَ یُؤۡذِی النَّبِیَّ فَیَسۡتَحۡیٖ مِنۡکُمۡ ۫ وَاللّٰهُ لَا یَسۡتَحۡیٖ مِنَ الۡحَقِّ (۱۹)

''اے ایمان والو نہ داخل ہوا کرو نبی کریم کے گھروں میں سوائے کہ تم کھانے پر بلائے جاؤ۔ نہ کھانا تیار ہونے کا انتظار کرو۔ جب تمھیں دعوت دی جائے تو داخل ہو جاؤ بس جب کھانا کھالو تو فوراً ہی چلے جاؤ اور نہ وہاں جا کر دل بہلانے کی باتیں کرنے لگو۔ تمہارے یہ افعال نبی کے لیے تکلیف کا باعث ہوتے ہیں پس وہ تم سے حیا کرتے ہیں اور اللہ کسی سے شرماتا نہیں حق بیان کرنے میں۔''

اور فرمایا:

وَمَا کَانَ لَکُمۡ اَنۡ تُؤۡذُوۡا رَسُوۡلَ اللّٰهِ۔الخ (۲۰)

''اور تمھیں یہ بھاتا نہیں کہ تکلیف دو اللہ کے رسول کو۔''

اور فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمۡ عَذَابًا مُّهِیۡنًا (۲۱)

''بیشک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ تعالیٰ انہیں رحمت سے محروم کر دیتا ہے دنیا میں

بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ان کے لیے رسوا کن عذاب۔''

اور فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى (۲۲)

''اے ایمان والو نہ بن جانا ان کی طرح جنھوں نے ستایا موسیٰ کو۔''

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے آداب سورہ حجرات کی ابتدائی آیات میں بیان فرمائے ہیں۔ وہ آیتیں آپ بھی ملاحظہ کیجیے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (۲۳)

''اے ایمان والو آگے نہ بڑھا کرو اللہ اور اس کے رسول سے''

آیت مذکورہ میں ادب کا درس دیا جا رہا ہے کہ '' لَا تُقَدِّمُوْا ''یعنی آگے نہ بڑھو۔'' پیر صاحب آیتِ مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''لَا تُقَدِّمُوْا ''متعدی ہے لیکن اس کا مفعول مذکور نہیں۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر کسی چیز کو ذکر کر دیا جاتا تو صرف اس کے بارے میں حکم کی خلاف ورزی ممنوع ہوتی۔ مفعول کو ذکر نہ کر کے بتا دیا کہ کوئی عمل ہو، کوئی قول ہو، زندگی کے کسی شعبہ سے اس کا تعلق ہو، اس میں اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات سے انحراف ممنوع ہے۔ نیز اگر مفعول ذکر کیا جاتا تو سامع کی توجہ ادھر بھی مبذول ہو جاتی اس کو ذکر نہ کر کے بتا دیا کہ تمہاری تمام تر توجہ لاتقدموا کے فرمان پر مذکور ہونی چاہیے۔''(۲۴)

علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رقم طراز ہیں:

''تقدیم کرنا رسول ﷺ کے ادب واحترام کے خلاف ہے بارگاہ رسالت میں نیاز مندی وآداب لازم ہیں۔''(۲۵)

اسلام نے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے میں رسول اکرم ﷺ کی اطاعت وفرمابرداری کو لازمی قرار دیا ہے۔ صلوٰۃ وقت پر ادا کرنی ہے، ادائیگی صلوٰۃ میں اتباع لازم ہے تکبیر، رکوع، سجود میں پہل نہیں کرنی ہے۔ سحر وافطار کا وقت بتا دیا گیا، مہینوں کا آغاز کس طرح کرنا ہے، اس کے باوجود اگر کوئی شخص طریقۂ عبادت میں رسول اکرم ﷺ کی پیروی نہیں کرے گا تو اس کی عبادت قبول نہیں کی جائے گی، ایسی عبادت کو رسول اکرم کی نافرمانی اور بے ادبی قرار دیا گیا ہے اس بے ادبی کے سبب اس کے نیک اعمال بھی ضائع کر دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ سیدنا آدمؑ کی بے ادبی کرنے کی وجہ سے شیطان برباد ہو گیا۔ وہ قومیں برباد ہو گئیں جنھوں نے پیغمبروں کی توہین کی تھی یہودی پیغمبروں پر ظلم کرنے کے سبب رسوا کیے گئے۔'' علامہ ابن جریر لکھتے ہیں کہ:

''جب کوئی پیشوا یا امام کے ارشاد کے بغیر خود ہی امر ونہی کے نفاذ میں جلدی کرے تو عرب کہتے ہیں کہ فُلَان'' يُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَىْ اِمَامِهٖ یعنی فلاں شخص اپنے امام کے آگے آگے چلتا ہے۔''(۲۶)

اللہ تعالیٰ نے سورہ حجرات کی اگلی آیت میں ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (۲۷)

''اے ایمان والو نہ بلند کیا کرو اپنی آواز کو نبی کی آواز سے، اور نہ بلند آواز سے ان کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں زور سے بات کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ ضائع کر دیئے جائیں تمہارے اعمال اور تمھیں خبر ہی نہ ہو۔''

پچھلی آیت میں بتایا گیا کہ اپنے قول وفعل میں حضور اکرم ﷺ سے سبقت نہ کرو اور اب گفتگو کا طریقہ بتایا جارہا ہے کہ حضور کی بارگاہ میں کس طرح گفتگو کرنی ہے، آیت مذکورہ میں گفتگو کا انداز بیان کیا جارہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرو ورنہ تمہاری نیکیاں اکارت ہو جائیں گی۔ جب آیت مذکورہ نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق نے آہستہ آہستہ گفتگو کرنے کو اپنا معمول بنالیا۔ حضرت ابوبکر صدیق آنے والے وفود کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے آداب سکھاتے صحابہ کرام جو پہلے ہی حضور اکرم ﷺ کے ادب واحترام کو ملحوظِ خاطر رکھتے تھے آیت مذکورہ کے نزول کے بعد اور زیادہ احتیاط برتنے لگے۔ (۲۸)

سورہ حجرات میں ہی فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (۲۹)

''بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر نادان ہیں اور اگر وہ صبر سے کام لیتے یہاں تک کہ آپ ان کی جانب تشریف لائیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔''

حضور اکرم ﷺ کو نہ تو حجروں کے باہر سے پکار سکتے ہیں اور نہ ہی آپ ﷺ کا نامِ نامی اسم گرامی عام گفتگو میں لینے کی اجازت ہے۔ آیت مذکورہ میں حجروں کے باہر سے پکارنے کی ممانعت بیان کی گئی ہے اور بتادیا گیا ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر نبی کریم کی آمد کا انتظار کرو جب آپ ﷺ تشریف لائیں اس وقت ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے معروضات ان کی خدمت میں پیش کرو۔

اور ارشاد فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (۳۰)

''رسول کو پکارنے کو ایسا خیال نہ کرو جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔''

مولانا احمد رضا خانؒ اپنے ایک رسالہ میں تحریر کرتے ہیں:

''اس امت مرحومہ پر اس نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کا نام پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھہرایا۔ قال اللہ تعالیٰ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو) اے زید اے عمرو بلکہ یوں عرض کرو یا رسول اللہ یا نبی اللہ۔ حضور اقدس کا نام لے کر ندا کرنی حرام ہے اور واقعی محل انصاف ہے جسے اس کا مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے۔ غلام کی کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوز کرے۔'' (۳۱)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضور اکرم ﷺ کو اسم ''محمد'' سے مخاطب نہیں فرمایا، چار مقامات پر اسم محمد آیا ہے۔(۳۲) لیکن وہ بھی تعارف کے طور پر آیا ہے مخاطب کے طور پر نہیں آیا۔

ایک امتی پر لازم ہے کہ وہ بلاضرورت حضور اکرم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی نہ لے بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جس طرح آپ ﷺ کو القاب سے نوازا ہے آپ کو القابات سے یاد فرمایا اس کی اتباع کریں۔ محمد یا، یا محمد نہ کہیں بلکہ جس طرح صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ سے عرض کرتے تھے اس طریقے کو ملحوظ رکھیں۔ شیخ اسمٰعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ:

''انسان سب آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے۔ اولیاء وانبیاء، امام وامام زادہ، پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمابرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے۔'' (۳۴)

رسول اکرم ﷺ کو اپنا جیسا بشر سمجھنا۔(۳۵) انہیں اپنا بڑا بھائی سمجھنا اور بڑے بھائی کی طرح ان کی تعظیم کرنا، قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے، اگرچہ نبی ﷺ کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں۔(۳۶) انہیں ماں اور امّی کہتے ہیں لیکن رسول اکرم ﷺ کو ابو نہیں کہے سکتے تو بڑا بھائی کیسے کہا جاسکتا ہے؟ حدیث رسول ہے کہ:

لا یئو من احدکم حتیٰ اکون احب الیه من وّالِده وولَده والناس اجمعین(۳۷)

''مومن ہو نہیں سکتا تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک کہ میں اسے محبوب نہ ہو جاؤ اسے اس کے والدین اور اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر۔''

ہمارے ہاں قرآن کریم کے تراجم کرتے وقت اکثر مترجمین نے بھی بعض مقامات پر انبیاء کرام کے ادب واحترام کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھا اس بے احتیاطی کی وجہ سے بھی ناموسِ رسالت پر آنچ آئی۔ مثال کے طور پر ان اصطلاحات کو دیکھا جاسکتا ہے۔

(i) ذنب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ... الخ (۳۸) آیت مذکورہ کا لفظ ذَنبِکَ کا اکثر نے ترجمہ کیا ہے ''تمہارا گناہ'' مذکورہ آیت کا ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی نے کیا ہے ملاحظہ کیجیے: ''تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ، اور جو پیچھے رہے۔'' (۳۹) (معاذ اللہ) پیر محمد کرم شاہ الازہری نے آیت مذکورہ میں ذنب کے معنیٰ ''الزام'' کیے ہیں ان کا ترجمہ بھی ملاحظہ کیجیے: ''دور فرمادے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔'' (۴۰) اس عنوان کے تحت استاد محترم ڈاکٹر محمد شکیل اوجؔ نے ایک پرمغز مقالہ تحریر کیا ہے۔(۴۱)

مذکورہ حوالوں سے ثابت ہوا کہ ذنب کے معنیٰ صرف گناہ ہی نہیں ہوتے اس کے ایک معنیٰ الزام بھی ہیں۔ گناہ کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی جانب کرنا بے ادبی وگستاخی ہے۔

(ii) امّی: امی کے معنیٰ صرف، ان پڑھ، بغیر پڑھا لکھا، ناخواندہ، ہی نہیں ہوتے بلکہ اس کے ایک معنی امّی یعنی ماں کے بھی ہوتے

ہیں،قرآنِ کریم میں رسول اکرم ﷺ کے لیے بھی امّی کا لفظ استعمال ہوا ہے،قرآنِ کریم کی آیت ملاحظہ کیجیے: فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ (۴۲) شاہ رفیع الدین دہلوی نے آیت مذکورہ کا ترجمہ کیا ہے: ''پس ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور رسول اس کے جو نبی ہے اَن پڑھا'' (۴۳) جو نبی قرآن وحکمت کی تعلیم دے رہا ہے وہ اَن پڑھ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا یہ رسول اکرم ﷺ کی بے ادبی نہیں؟ اصل میں اس مقام پر امّی سے مراد امّ القریٰ کا رہنے والا ہے جس طرح دہلی کے رہنے والا دہلوی کہلاتا ہے، لاہور کے رہنے والے کو لاہوری کہتے ہیں، اسی طرح ''امّ القریٰ'' کے رہنے والے کو امّی کہتے ہیں (۴۴) امّ القریٰ مکہ معظّمہ کا نام ہے جس کے معنیٰ ہیں بستیوں کی ماں، مذکورہ اصطلاح قرآن کریم میں بھی وارد ہوئی ہے۔ (۴۵)

(iii) ضـآل: ضآل کے معنیٰ صرف گمراہی اور بھٹکنا ہی نہیں ہوتے بلکہ یہ لفظ گم اور مغلوب ہونے کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہے۔ عربی زبان میں کہا جاتا ہے ضلا الماء فی اللبن یعنی۔ پانی اتنا مغلوب ہوا کہ دودھ میں اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا (۴۶) کا لفظ رسول اکرم ﷺ کے لیے بھی ارشاد ہوا ہے آیت قرآنی ملاحظہ ہو: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدَى (۴۷) اس کا ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی نے کیا ہے: ''اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سوجھائی'' (۴۸) پیر کرم شاہ نے آیت مذکورہ کا ترجمہ رسول اکرم ﷺ کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا ہے ان کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے: ''اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزلِ مقصود تک پہنچا دیا۔'' (۴۹)

مترجمین کو ترجمہ کرتے وقت احتیاط برتنی چاہیے اور مقامِ رسالت کو ملحوظ رکھنا چاہیے تھا۔ ضمناً ایک اور مسئلہ کی جانب بھی توجہ مبذول کرادوں جس کا تعلق بھی رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکت سے ہے وہ یہ کہ ''نبی کریم ﷺ پر جادو کیا گیا تھا'' ایسا کہنا بھی گناہ اور نبی کریم ﷺ کی بے ادبی اور قرآنی تعلیمات کے منافی ہے ایسی بات رسول اکرم ﷺ کی جانب منسوب کرنا کفار کا طریقہ ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا:

إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلاً مَّسْحُوراً (۵۰)

''یہ کہتے ہیں ظالم کہ تم صرف ایسے آدمی کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔''

اور ارشاد ہوا:

وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلاً مَّسْحُوراً (۵۱)

''اور ظالموں نے کہا کہ تم تو جادو کیے ہوئے آدمی کی پیروی کرتے ہو۔''

اور ارشاد ہوا:

وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى (۵۲)

''اور نہیں کامیاب ہوتا جادوگر جہاں سے بھی آجائے۔''

اور ارشاد ہوا:

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ (۵۳)

''بیشک میرے عباد پر تیرا کوئی زور نہیں چلتا سوائے ان لوگوں کے جو تیری پیروی کرتے ہیں۔''

مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء واولیاء پر شیطان کا بس نہیں چلتا اور نبی کریم ﷺ کے متعلق کہنا کہ ان پر جادو ہو گیا تھا کافروں اور ظالموں کا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسولِ اکرم ﷺ کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حوالہ جات وحواشی

۱۔ الفتح:۹

۲۔ نعمانی، محمد عبدالرشید، لغات القرآن، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۴ء، ج ۱، حصہ دوم، ص ۱۴۵

۳۔ الازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۵ء، ج ۴، ص ۵۳۸

۴۔ نعمانی، محولہ بالا، ج ۲، ص ۲۱۱

۵۔ الازہری، محولہ بالا، ج ۴، ص ۵۳۸

۶۔ ایضاً، ص ۵۳۹

۷۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان، لاہور، دسمبر ۱۹۹۹ء، ج ۵، ص ۴۸

۸۔ الاعراف:۱۵۷ ۹۔ ضیاء القرآن، ج ۲، ص ۹۲

۱۰۔ النساء:۴۶ ۱۱۔ ضیاء القرآن، ج ۱، ص ۳۴۹۔۳۵۰

۱۲۔ البقرۃ:۱۰۴ ۱۳۔ ضیاء القرآن، ج ۱، ص ۸۲۔۸۳

۱۴۔ قادری مفتی محمد خان، کیا رسول اللہ ﷺ نے اجرت پر لوگوں کی بکریاں چرائیں؟ عالمی دعوتِ اسلامیہ، لاہور، اپریل ۱۹۹۶ء، ص ۷

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۲

۱۶۔ البقرہ:۱۰۸

۱۷۔ الحشر:۷

۱۸۔ ضیاء القرآن، ج ۱، ص ۸۴۔۸۵

۱۹۔ الاحزاب:۵۳

۲۰۔ ایضاً

۲۱۔ الاحزاب:۵۷

۲۲۔ الاحزاب:۶۹

۲۳۔ الحجرات:۱

۲۴۔ ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۷۸

۲۵۔ مرادآبادی، محمد نعیم الدین، سید، خزائن العرفان، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۶۱۸

۲۶۔ ضیاء القرآن، ج ۴، ص ۵۷۷

۲۷۔ الحجرات:۲

۲۸۔ضیاء القرآن، ج ۴،ص ۵۷۸۔۵۷۹

۲۹۔الحجرات:۴۔۵

۳۰۔النور:۶۳

۳۱۔بریلوی، احمد رضا خان، تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ﷺ، پروگریسو بکس، لاہور،۱۹۸۴ء/۱۳۰۵ھ،ص ۳۶

۳۲۔قرآنِ کریم میں رسولِ اکرم ﷺ کا نام نامی اسمِ گرامی جن مقامات پر آیا ہے ان کی قدرے تفصیل درجِ ذیل ہے: آل عمران:۱۴۱، الاحزاب:۴۰، محمد:۲، الفتح:۲۹

۳۳۔دہلوی، شاہ محمد اسمٰعیل،۔تقویۃ الایمان، مکتبۂ خلیل، لاہور، سن ندارد، ص ۱۳۱

۳۴۔بیشک انبیاء کرام انسان (بنی اسرائیل:۹۵) اور مرد (النحل:۴۳۔۴۴ اور یوسف:۱۰۹) تھے، لیکن وہ اللہ کے خاص الخاص بندے تھے (ابراہیم:۱۱، الکھف:۱۱۰، سورۃ الجمعہ:۴) اللہ تعالی نے ان کے درجات بلند فرمائے (البقرہ:۲۵۳) اور ہمیں ان پر ایمان لانے (البقرہ:۲۸۵) اور ان کی تعظیم (الفتح:۹) کرنے کا حکم دیا، انبیا کرام کو اپنی طرح معمولی آدمی سمجھنا کفار کا طریقہ ہے وہ انہیں اپنی طرح عام بشر کہے کر ان کی توہین کرتے تھے جیسا کہ قرآنی آیات سے ثابت ہے۔(ابراہیم:۱۰، الانبیاء:۳، المومنون:۲۴۔۳۳، الشعراء:۱۵۴۔۱۸۶، یٰسین:۱۵، ھود:۲۷، المومنون:۴۷)

۳۵۔الاحزاب:۴۰

۳۶۔صحیح بخاری (اردو) جہانگیر بک ڈپو، لاہور، سن ندارد، ج ۱،ص ۱۱۸

۳۷۔الفتح:۲

۳۸۔قرآنِ مجید، مترجم: شاہ عبدالقادر دہلوی، پاک کمپنی رجسٹرڈ، لاہور،۱۹۹۹ء، ترجمہ آیت مذکورہ

۳۹۔الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، جمالِ القرآن، ترجمہ قرآنِ کریم، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، نومبر ۱۹۸۶ء، ترجمہ آیت مذکورہ

۴۰۔مجلّہ التفسیر کراچی، شمارہ ۱۰، اپریل ۲۰۰۷ء

۴۱۔الاعراف:۱۵۸

۴۲۔القرآن الحکیم، مترجم: شاہ رفیع الدین دہلوی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور۔کراچی، مئی ۲۰۰۰ء، ترجمہ آیت مذکورہ

۴۳۔تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: پروفیسر ڈاکٹر حافظ شکیل اوجؔ کا تحقیقی مقالہ: الامّی کے معنی کی تحقیق اور اس کے اطلاقات، مجلّہ التفسیر کراچی، شمارہ ۴، اکتوبر ۲۰۰۵ء

۴۴۔قرآن کریم میں امّ القریٰ کی اصطلاح مکہ مکرمہ کے لیے جن مقامات پر استعمال ہوئی ہے وہ درجِ ذیل ہیں: الانعام:۹۲، الشوریٰ:۷

۴۵۔نعمانی، محولہ بالا، ج ۲، ح ۴،ص ۶۵

۴۶۔الضحیٰ:۷

۴۷۔قرآنِ مجید، مترجم: شاہ عبدالقادر دہلوی، پاک کمپنی رجسٹرڈ، لاہور،۱۹۹۹ء، ترجمہ آیت مذکورہ

۴۸۔الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، جمالِ القرآن ترجمہ قرآنِ کریم، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، نومبر ۱۹۸۶ء، ترجمہ آیت مذکورہ

۴۹۔بنی اسرائیل:۴۷

۵۰۔الفرقان:۸

۵۱۔طٰہٰ:۶۹

۵۲۔الحجر:۴۲